مباحثہ ومکالمہ

مولانا عبید اختر رحمانی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نظریۂ تخریج

ایک تنقیدی جائزہ-۴

حضرت امام صاحب کے غیر کوفی اساتذہ کرام کی مختصر فہرست[1]

مدنی اساتذہ کرام :

عبدالرحمن بن ہرمز مدنی : آپ نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی ہے، آپ کو حافظ ذہبی نے الامام الحافظ ،الحجۃ کے گراں قدر القاب سے یاد کیا ہے۔ (سیر أعلام النبلاء، المؤلف : شمس الدین الذہبی (المتوفی : 748ہـ) الناشر : مؤسسۃ الرسالۃ، 5/69)

ہِشَامُ بنُ عُرْوَةَ بنِ الزُّبَيْرِ بنِ العَوَّامِ الأَسَدِيُّ : آپ کو اپنے والد عروہ ،چچا زبیر، عبداللہ بن عثمان اور دیگر کبار تابعین سے روایت کا شرف حاصل ہے، حافظ ذہبی نے آپ کا الامام الثقہ شیخ الاسلام کے با عظمت القاب سے ذکر کیا ہے۔

(سیر أعلام النبلاء، المؤلف : شمس الدین الذہبی (المتوفی : 748ہـ) الناشر : مؤسسۃ الرسالۃ، 6/34)

ابن شہاب الزہری : آپ کی ولادت سنہ ۵۰ ہجری میں ہوئی اور بیس سے کچھ زائد عمر میں علم حاصل کرنا شروع کیا۔ حضرت ابن عمرؓ سے دو حدیثیں روایت کیں۔ ان کے علاوہ سہل بن سعد، انس بن مالک، محمود بن الربیع اور دیگر متعدد صحابہ کرام اور کبار تابعین سے روایت کا آپ کو شرف

1: امام صاحب کے مدنی، مکی اور بصری اساتذہ میں سے محض چند اور مشہور حضرات کا یہ تعارف ہے، وگرنہ امام صاحب کے مشائخ کی تعداد اگر ہزاروں نہیں تو سینکڑوں میں ضرور ہے۔ ابوحفص الکبیر کی روایت ہے کہ امام صاحب کے مشائخ واساتذہ کی تعداد چار ہزار ہے ،حافظ صالحی نے عقود الجمان میں آپ کے 334 مشائخ کا نام بنام شمار کرایا ہے اور اسی طرح آپ کے ۹۰۰ سے زائد شاگردوں کے نام لکھے ہیں۔ (دیکھئے عقود الجمان ص 86)

حاصل ہے، علم حدیث میں آپ کا بڑامقام ومرتبہ ہے،اورتقریباآپ کی جلالت علمی پر محدثین کا اتفاق ہے، حافظ ذہبی نے آپ کواحدالاعلام وحافظ زمانہ سے ملقب کیا ہے۔
(تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاهیر وَالأعلام، المؤلف: شمس الدین الذہبی، الناشر: دار الغرب الإسلامی 3/499)

نافع مولی ابن عمرؓ: آپ اصلاًدیلم کے رہنے والے تھے، اسیر ہوکر حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس پہنچے، آپ نے عبداللہ بن عمرؓ کے علاوہ ابوسعید الخدریؓ، مالک بن انس ودیگر صحابہ کرام وکبار تابعین سے روایت کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایات کے آپ مرکزی راوی ہیں، اورآپ ہی کے سلسلہ سند کو امام بخاری سلسلۃ الذہب واصح الاسناد قراردیاہے۔ آپ کی علمی جلالت شان اور علم حدیث میں ثقاہت واتقان پر محدثین کرام کا اتفاق واجماع ہے۔ (وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان، المؤلف: ابن خلکان الإربلی (المتوفی: 681ہـ)الناشر: دار صادر – بیروت) 5/367)

ربیعۃ الرای: آپ نے صغار صحابہ کرام اور کبا رتابعین سے حصول علم میں استفادہ کیاہے، آپ کے شاگردوں میں اساطین اہل علم کا شمار ہے، امام مالک نے فقہ میں آپ سے بطور خاص استفادہ کیاہے اورآپ کی فقاہت کی داد دیگر فقہاء ومحدثین نے بلند وبالا الفاظ میں دی ہے، صحابہ کرام کی موجودگی میں آپ فتویٰ دیاکرتے تھے، بعض حضرات نے توآپ کوحسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ سے بھی زیادہ بڑافقیہ قراردیاہے، امام مالک فرمایاکرتے تھے کہ ربیعہ کی موت سے فقہ کی مٹھاس چلی گئی، فقہ کے ساتھ حدیث میں بھی آپ کوپوری دستگاہ حاصل تھی، ابن سعدنے نے آپ کو کثیرالحدیث قراردیاہے۔ (تہذیب التہذیب، المؤلف: ابن حجر العسقلانی (المتوفی: 852ہـ)الناشر: مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ، الہند 3/258)

امام ابوحنیفہ کے متعلق بعض محدثین نے ایسے اقوال نقل کیے ہیں، جس سے پتہ چلتاہے کہ امام ابوحنیفہ ان کی باتوں کو نہایت غور سے سنتے تھے توبجائے اس کے کہ اس کوامام ابوحنیفہ کے حسن ادب اور علمی مجالس کے آداب نشست وبرخاست برتنے کے سلیقہ میں شمار کیاجائے، بعض سوء فہم کے شکار افرادنے اس چیز کوامام ابوحنیفہ کے عیب وتنقیص میں شمارکیاہے (دیکھئے نشرالصحیفۃ للوادعی: ص ۳۹۱)، جیساکہ ایک روایت ہمیں ملتی ہے کہ امام ابوحنیفہ امام مالک کی مجلس میں اسی طرح بیٹھتے تھے جیسے بچے اپنی ماں کے سامنے باادب بیٹھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، الناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان ۱/۱۵۵)اس پرحافظ ذہبی نے لکھاہے:

"قلت: فهذا يدل علىحسن أدب أبي حنيفة وتواضعه مع كونه أسنّ من مالك بثلاث عشرة سنة."(المصدرالسابق)

میں کہتا ہوں (ذہبی) یہ امام ابوحنیفہ کے حسن ادب اور تواضع کی دلیل ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ امام مالک سے عمر میں تیرہ برس بڑے تھے[2]۔

محمد بن المنکدر: آپ نسب ونسبت کے اعتبار سے قریشی، تیمی اور مدنی ہیں، آپ کا شمار کبار تابعین ہیں، آپ کو جلیل القدر صحابہ کرام اور امہات المومنین سے روایت کا شرف حاصل ہے، آپ نے حضرت سلمان فارسی، ابورافع، اسماء بنت عمیس، ابوقتادہ سے مرسلاً روایت کی ہے، صحابہ کرام میں حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوامامہ، حضرت مسعود بن الحکم، حضرت عبداللہ بن حنین اور صحابیات میں ام المومنین حضرت عائشہؓ، امیمہ بنت رقیقہ سے روایت کا شرف حاصل ہے، اس کے علاوہ آپ نے کبار تابعین سے بھی روایت کی ہے جس میں سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن یربوع اور اپنے والد منکدر و دیگر شامل ہیں، حافظ ذہبی نے آپ کو الإِمَامُ، الحَافِظُ، القُدْوَةُ، شَيْخُ الإِسْلاَمِ کے گراں قدر القاب سے یاد کیا ہے۔

(سیر أعلام النبلاء، المؤلف: شمس الدین الذہبی (المتوفی: 748ھ) الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، 5/354)

عکرمۃ مولی ابن عباس: آپ کا آبائی تعلق بربر قبیلہ سے ہے، مجاہدین کے ہاتھوں اسیر ہوئے، اور ایک صاحب نے آپ کو حضرت عبداللہ بن عباس کو تحفے میں دیدیا، آپ کو حضرت عبداللہ بن عباس کے علوم کا وارث خیال کیا جاتا ہے، بالخصوص تفسیر میں آپ کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے، آپ نے حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو و دیگر کبار تابعین سے روایت کیا ہے، حضرت علیؓ سے آپ نے مرسلا روایت کیا ہے۔ آپ کے شاگردوں مین اساطین فقہ وحدیث موجود ہیں، صحابہ کرام تک آپ سے استفادہ کرتے تھے، حضرت شعبی فرمایا کرتے تھے کہ اب روئے زمین پر عکرمہ سے زیادہ

2: یہ روایت سند کے اعتبار سے تو نہیں لیکن متن کے اعتبار سے مخدوش ہے، وہ اس لئے کہ امام ابوحنیفہ کا جب انتقال ہوا ہے یعنی ۱۵۰ ہجری میں، اس وقت اشہب اس روایت کے راوی کی عمر پانچ سال تھی اور یہ متیقن نہیں کہ امام ابوحنیفہ کا یہ واقعہ ان کے انتقال سے کتنا پہلے کا ہے، اگر ہم بالفرض مان ہی لیں کہ ان کے انتقال کے سال کا واقعہ ہے تو بھی اتنی کم عمر کے بچے سے اس طرح کے واقعہ کا یاد رکھنا بہت مستبعد ہے اور بالخصوص جب کہ اشہب مدینہ کے نہیں مصر کے رہنے والے تھے، ہاں جیسا کہ شیخ زاہد الکوثری نے لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اشہب نے یہ بات امام محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں لکھی ہو اور بعد میں ناقلین ونساخ کی غلطی سے امام ابوحنیفہ کا نام آگیا ہو۔

کتاب اللہ کا واقف کار کوئی دوسرا نہیں ہے، آپ کو حافظ ذہبی نے العلامۃ الحافظ، اِمام المفسرین کے باوقعت الفاظ سے یاد کیا ہے۔

یحیی بن سعید الانصاری : آپ نسباً انصاری ہیں، اولاًمدینہ کے قاضی رہے پھر منصور نے آپ کوقاضی القضاۃ مقرر کیا، آپ کو صغار صحابہ کرام اور اکابر تابعین عظام سے روایت کا شرف حاصل ہے، آپ کے شاگردوں میں علم حدیث وفقہ کے نامور افراد موجود ہیں۔ فقہ کا عالم یہ ہے کہ ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ مدینہ میں یحیی بن سعید سے زیادہ فقیہ کوئی دوسرا نہیں، اورحدیث میں بقول سفیان ثوری آپ زہری کے مدمقابل ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، المؤلف : شمس الدین الذہبی، الناشر : دارالکتب العلمیۃ بیروت-لبنان 1/104)

ابوجعفر الباقر : آپ اہل بیت میں سے ہیں، آپ حضرت حسینؓ کے پوتے اور حضرت علیؓ وفاطمہؓ کے پرپوتے ہیں، آپ جلیل القدر تابعی ہیں۔ متعدد صحابہ کرام اورکبار تابعین سے آپ نے روایت کی ہے، اورآپ کے شاگردوں میں آفتاب علم وفضل کی کثیر تعداد موجود ہے۔ آپ حدیث وفقہ دونوں میدان کے شہسوار تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ، المؤلف : ابن کثیر (المتوفی : 774ہـ) الناشر : داراحیاء التراث العربی 9/338)

مکی اساتذہ کرام :

عطاء بن ابی رباح (27-114ہـ = 647 - 732م) آپ حبشی غلام تھے، یمن کے جند نامی مقام میں پیداہوئے، اور حضرت ابن عباس کی خدمت میں رہ کر علم میں وہ مقام پیداکیاکہ حج کے دورمیں صرف انہی کا فتویٰ چلتا تھا، امام ابوحنیفہ کے ان سے تاثر کا ذکر ماقبل میں آچکاہے۔

(الاعلام للزرکلی ۴ ؍ ۲۳۵)

عمرو بن دینار : (46-126ہـ= 666-743م) آپ کانسب کے اعتبار سے فارسی ہیں،آپ کی پیدائش صنعااور وفات مکہ میں ہوئی، اپنے عہد میں آپ مکہ کے مفتی اور محدث تھے، شعبہ کہتے ہیں کہ میں آپ سے زیادہ حدیث میں کسی کو پختہ کار نہیں دیکھااور امام نسائی ثقہ اور ثبت کہتے ہیں۔

(الاعلام للزرکلی ۵ ؍ ۷۷)

نافذ المکی : حافظ ابن حجر لکھتے ہیں : آپ کی کنیت ابومعبد ہے، آپ حضرت ابن عباس کے غلام تھے، اثقہ ہیں اور راویوں کے چوتھے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۰۴ ؍ ہجر میںھوا۔

(تقریب ا ؍ ۵۵۸)

محمد بن مسلم تدرس : آپ کی کنیت ابوالزبیر ہے، حافظ ذہبی نے آپ کو تاریخ الاسلام میں

احد الاعلام اور سیر اعلام النبلاء میں الاِمام، الحافظ، الصدوق کے گراں قدر القاب سے یاد کیا ہے، آپ نے درج ذیل صحابہ کرام جابر بن عبد اللہ، وابن عباس، وابن عمر، وعبد اللہ بن عمرو، وأبی الطفیل، وابن الزبیر رضی اللہ عنہم اجمعین ودیگر سے روایت کی ہے آپ کے شاگردوں میں کبار اہل علم جیسے عطاء بن ابی رباح، زہری ودیگر ہیں۔

مکی اساتذہ میں امام ابوحنیفہ کے دیگر مشائخ درج ذیل ہیں۔

عبدالعزیز بن رفیع مکی

عبداللہ بن ابی نجیح المکی

عبداللہ بن عبدالرحمن

طلحہ بن نافع الواسطی

شیبہ بن مساور، مسورالمکی

حمید بن قیس المکی الاعراج الطویل

ابراہیم بن یسرہ الطائفی نزیل مکہ

بصرہ کے اساتذہ

حسن بصریؒ: آپ کا علمی مقام محتاج تعارف نہیں، مختلف علوم وفنون بشمول حدیث وفقہ اور تفسیر میں آپ کو امامت کا درجہ تھا، آپ کی زبان سے حکمت کے موتی جھڑتے تھے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ آپ کا کلام انبیاء وصحابہ کے کلام کے مشابہ ہے۔ (الاعلاملزرکلی ۲۔ ۲۲۶)

قتادہ بن دعامہؒ: آپ کی کنیت ابوخطاب ہے، علم حدیث، تفسیر، عربی زبان وادب اورایام عرب میں آپ بڑے ماہر تھے، احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں، بصرہ میں حدیث کے آپ سب سے بڑے حافظ تھے، آپ کا انتقال واسط میں طاعون کی بیماری میں ہوا۔ (الاعلام للزرکلی ۵۔ ۱۸۹) حافظ ابن حبان آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ اپنے عہد کے عالی مرتبت حدیث کے حافظ، مفسر قرآن اور فقیہ تھے۔ (مشاہیر علماء الأمصار وأعلام فقہاء الأقطار، / 154)

ایوب سختیانیؒ: آپ نے حسن بصری، ابن سیرین ودیگر کبار تابعین واہل علم سے استفادہ کیا اور آپ کے شاگردوں میں شُعْبَۃُ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ومَعْمَرٌ، وَمُعْتَمِرٌ، وابنُ عُلَیَّۃَ، وعَبْدُ الْوَارِثِ اور دیگر ساطین اہل علم ہیں۔ آپ کے بارے میں شعبہ کہتے ہیں، آپ اپنے دور میں فقہاء کے سردار تھے، ابن عیینہ کہتے ہیں کہ انہوں نے آپ جیسا کسی کو نہیں دیکھا، ابن سعد آپ کو حدیث میں نہایت پختہ کار، مختلف علوم وفنون کے جامع، وسیع علم کے حامل

اور عادل وحجت مانتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں میں نے تم لوگوں سے جن لوگوں کی تعریف وتوصیف کی ہے، ایوب ان سب میں سب سے فائق ہیں۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ۳؍۶۱۸)

شعبہ بن الحجاج الواسطی : حدیث وادب عربی میں آپ کا خاص مقام تھا، حدیث میں آپ کو امیر المومنین فی الحدیث کا گراں قدر خطاب دیا گیا ہے، آپ نے ہی اولاعراق میں راویوں کی تفتیش اور چھان بین کی بناڈالی اور ضعیف راویوں کی روایت سے اجتناب شروع کیا، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں علم حدیث میں آپ تنہا ایک امت کے برابر ہیں، امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو عراق میں علم حدیث مٹ جاتا، اصمعی کہتے ہیں میں نے شعروادب میں آپ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ (الاعلام للزرکلی ۳؍۱۶۴)

واضح رہے کہ شعبہ بن الحجاج امام ابوحنیفہ کے معاصر ہیں اور امام ابوحنیفہ سے آپ کو محبت تھی، چنانچہ آپ کو امام ابوحنیفہ کے انتقال کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ ہی کوفہ کی فقہ بھی چلی گئی (الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ 126)

ان کے علاوہ آپ کے مشائخ میں متعدد ایسے افراد کے نام آتے ہیں جو یمن وشام کے رہنے والے تھے، جیسے طاؤس بن کیسان اور معاصرین میں امام اوزاعی، مکحول ودیگر۔

اجتہاد مطلق کسی تابعی کے قول پر تخریج کا کام نہیں

۷: تخریج کا جو نظریہ حضرت شاہ ولی نے پیش کیا ہے ——— امام صاحب قواعد کلیہ اور اصول جاننے کے بعد ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر کوفی مشائخ کے اقوال پر تخریج کرکے پیش آمدہ مسائل کا جواب دیتے تھے، پیش آمدہ مسائل کے سلسلہ میں احادیث کی کھوج کرید نہیں کرتے تھے ——— وہ مجتہد مطلق جو ایک عظیم فقہی مسلک کا بانی ہو، کی رفعت شان کے بالکل خلاف ہے، تمام کتب اصول فقہ اور تمام اصولیین اس بات پر متفق ہیں کہ مجتہد مطلق کا فریضہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث اور اجماع سے مسائل کا استنباط کرے اور اگر قرآن وحدیث میں دلالت، اقتضاء، اشارہ وایماء وغیرہ کے طور پر بھی کوئی مسئلہ مذکور نہ ہو تو اس سلسلے میں قرآن وحدیث کی نظیروں کو سامنے رکھ کر قیاس کرے، یہی ایک مجتہد کی شان ہوتی ہے؛ لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نظریہ تخریج سے ایسا مستفاد ہوتا ہے کہ امام صاحب حافظ قرآن تو تھے، پاس پڑوس سے جتنا اور جیسا حدیث کا علم حاصل ہوگیا، اسی پر قانع اور شاکر تھے، اور بقیہ مسائل کے استنباط واستخراج میں اصل کام ابراہیم نخعی کے فتاوی واجتہاد کو اپنانے اور انہی کے بیان کردہ مسائل پر دیگر مسائل کی تفریع تھی۔

اگر حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا نظریہ تسلیم کرلیا جائے تو پھر امام صاحب کی مجتہد مطلق کی حیثیت خطرہ میں پڑجاتی ہے اور ان کی حیثیت بڑی حد تک صاحب تخریج تک سمٹ کر رہ جاتی ہے

اورامت کا تقریباً اس پر اجماع ہے کہ امام صاحب مجتہد مطلق تھے، ادلہ اربعہ سے استنباط واجتہاد کرتے تھے، اوریہ واضح ہے کہ ادلہ اربعہ میں ابراہیم نخعی اوران کے ہمعصر کوئی فقہاء کا شمار نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ غیر جانبدار اور ایسے اہل علم حضرات نے جو تاریخ اور فقہ اسلامی پر گہری نگاہ رکھتے ہیں، انہوں نے اس نظریہ کو امام صاحب کی فقہی واجتہادی شان کے منافی بتایا ہے، چنانچہ شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں :

ولقد كان فى مقابل هولاء الذين افرطوا فى التعصب من ادعى ان اباحنيفة مكانه فى الفقه مكان المتبع لم يات بجديد الافى التخريج وسرعة التفريع وعين هولاء صاحب هذه الطريقة التى اتبعه فيها ابوحنيفة وهو ابراہیم النخعى ومن هولاء الدہلوى ،فقد جاء فى كتابه حجة الله. البالغة ما نصه،"كان ابوحنيفه الزمهم بمذهب ابراهيم واقرانه ....فقهاء الكوفة،وفى هذاالنص كماترى حكم علىٰ ابى حنيفة بانه لم يات بتفكير فقهى جديد ،بل هو متبع كل الاتباع ،ناقل كل النقل لابراهيم واقرانه ،لايخرج عن آرائهم،الا فيما لايكون لهم اجتهاد فيه ،وان خرج فالى اقوال علماء الكوفة،ولاشک ان فى هذاالحكم مضمالمكان ابى حنيفة فى الفقه، لانه يجعله مقلدا أو فى حكم المقلد المتبع۔(ابوحنيفه حياته وعصره وآراه وفقهه ص 253-255)

اوراس کے بالمقابل وہ لوگ تھے جو تعصب میں حد سے تجاوز کر گئے، ان کا دعویٰ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا فقہ واجتہاد کا مقام متبع کا ہے، انہوں نے کئی نئی فکر پیش نہیں کی گئی اوران کی فقہ کا پورا سرمایہ تخریج اور تفریع میں سرعت ہے، اورجن حضرات نے ابوحنیفہ کوابراہیم نخعی کا متبع قراردیاہے، ان میں ہی شاہ ولی اللہ دہلوی بھی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھاہے(..............یہاں وہی باتیں حضرت شاہ ولی اللہ کی نقل کی ہیں جس کو ہم پہلے نقل کرچکے ہیں)اورجیساکہ آپ دیکھ سکتے ہیں، اس تحریر میں واضح طورپر کہاگیاہے کہ امام ابوحنیفہ نے فقہ واجتہاد کے باب ومیدان میں کوئی نئی فکر اورنیا فقہی سانچہ پیش نہیں کیا بلکہ وہ پورے طورپر متبع اورناقل ہیں، ابراہیم نخعی اوران کے معاصرین کے، ان کی آراء سے تجاوز نہیں کرتے، ہاں کسی مسئلہ میں ان سے کوئی نقل مروی نہیں ہے تو اس میں اجتہاد کرتے ہیں، اگرابراہیم نخعی سے عدول کرتے بھی ہیں توان کا دائرہ صرف علماء کوفہ تک ہی محدود ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ نظریہ امام ابوحنیفہ کے شان کے منافی ہے، کیونکہ اس نظریہ کا مفاد یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ مقلد اور متبع ہیں۔

مداحین یا مخالفین سے اس بارے میں کچھ بھی منقول نہ ہونا

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسی شخصیت جس کے مخالفین کی بڑی تعداد ہو اور جس کے حامیوں کا جم غفیر ہو، (جس کی ایک نمایاں مثال خود حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، جیساکہ ابن عبدالبر نے جامع بین العلم وفضلہ[3] میں اور شیخ ابوزہرہ نے[4] لکھا ہے، ایسی شخصیت کے بارے میں کسی ایسے نظریہ کا اظہار جس کا سراغ نہ حامیوں کے یہاں ملتا ہو اور نہ مخالفین کے یہاں، اسے قبول کرنا بہت مشکل

3:قَالَ أَبُو عُمَرَ رَحِمَهُ اللَّهُ: " الَّذِينَ رَوَوْا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَوَثَّقُوهُ وَأَثْنَوْا عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِنَ الَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ، وَالَّذِينَ تَكَلَّمُوا فِيهِ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ، أَكْثَرُ مَا عَابُوا عَلَيْهِ الْإِغْرَاقَ فِي الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ وَالْإِرْجَاءَ وَكَانَ يُقَالُ: يُسْتَدَلُّ عَلَى نَبَاهَةِ الرَّجُلِ مِنَ الْمَاضِينَ بِتَبَايُنِ النَّاسِ فِيهِ قَالُوا: أَلَا تَرَى إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَنَّهُ قَدْ هَلَكَ فِيهِ فَتَيَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وَمُبْغِضٌ مُفَرِّطٌ،وَقَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيثِ أَنَّهُ يَهْلِكُ فِيهِ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُطْرٍ وَمُبْغِضٌ مُفْتَرٍ، وَهَذِهِ صِفَةُ أَهْلِ النَّبَاهَةِ وَمَنْ بَلَغَ فِي الدِّينِ وَالْفَضْلِ الْغَايَةَ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ" [جامع بيان العلم وفضله ص:1085]

ابوعمرؒ کہتے ہیں کہ جن حضرات نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے اوران کو ثقہ قرار دیا ہے اوران کی تعریف کی ہے، ان کی تعداد ان سے زیادہ ہے جنھوں نے ان پر کلام کیا ہے، اورجن محدثین حضرات نے ان پر کلام کیا ہے توان کے کلام کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا رائے اورقیاس سے اشتغال زیادہ ہے اوروہ ارجاء کے قائل ہیں، یہ بات کہی جاتی رہی ہے کہ فوت شدہ اشخاص کی عظمت کی دلیل ان کے بارے میں لوگوں کا مختلف الرائے ہونا ہے اوراس کی واضح مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے، ان کے بارے میں دوجماعت دوانتہاپسندانہ موقف کی قائل ہوگئیں، ایک انتہائی محبت کرنے والا اورایک ان سے انتہائی بغض رکھنے والا اورحدیث میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ان کے بارے میں دوجماعت ہلاک ہوں گی، ایک محبت میں غلو کرنے والا اور دوسرا نفرت میں حد سے تجاوز کرنے والا، کسی کے بارے میں لوگوں کی رائے کا مختلف ہونا ہی عظمت اوربلندیٔ مرتبت کی دلیل ہے۔

4جاء فی کتاب الخیرات الحسان مانصه:" يُسْتَدَلُّ عَلَى نَبَاهَةِ الرَّجُلِ مِنَ الْمَاضِينَ بِتَبَايُنِ النَّاسِ فِيهِ قَالُوا: أَلَا تَرَى إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَنَّهُ قَدْ هَلَكَ فِيهِ فَتَيَان مُحِبٌّ مُفْرِطٌ وَمُبْغِضٌ مُفَرِّطٌ"وان هذه الكلمة الصادقة تنطبق علیٰ ابی حنیفة رضی الله عنه ،فقد تعصب له الناس حتی قاربوابه منازل النبین المرسلین ،فزعموا أن التوراة بشرت به، وأن محمداً ﷺذکره باسمه ،وبین أنه سراج أمته،ونحلوه من الصفات والمناقب ماعدوابه رتبته وتجاوزوا معه درجته وتعصب ناس علیه فرموه بالزندقة ،والخروج عن الجادة،وإفساد الدین ،وهجرالسنة بل مناقضتها ،ثم الفتویٰ فی الدین بغیر حجة ولاسلطان مبین ،فتجاوزوافی طعنهم

کام ہے۔

اگرایسی کسی شخصیت کے بارے میں کسی ایسے نظریہ کا دعویٰ کیا جائے جس کا سراغ نہ حامیوں کے یہاں ملتا ہے اور نہ مخالفین کے یہاں، تو اس کیلئے بڑی مضبوط اورناقابل تردید دلیل نہیں بلکہ دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ تخریج کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ کی جو دلیل ہیں وہ سبھی کی سبھی نہ صرف یہ کہ کمزور ہیں؛ بلکہ ان سے اس نظریہ تخریج کا بھی اظہار نہیں ہوتا جس کے وہ مدعی ہیں؛ بلکہ قوی دلائل ان کے موقف کے برعکس ہیں۔

دلیل نہ کہ شخصیت :

یوں تو ہر مجتہد مطلق کا فریضہ ہے کہ وہ دلیل کی پیروی کرے اور دلائل کی بنیاد پراجتہاد واستنباط

حدالنقد ولم تيجهوا إلىٰ آرائه بالفحص والدراسة ،ولم يكتفوا بالتزييف لها من غيرحجة ولادراسة ،بل عدوا عدواناشديدا ،فطعنوا فی دينه وشخصه وإيمانه (أبوحنيفه حياته وعصره آراؤه الفقهية،ص ۷)

الخیرات الحسان میں یہ قول نقل ہواہے ماضی کے افراد کی عظمت کی دلیل ان کے بارے میں لوگوں کا مختلف الرائے ہونا ہے، اوراس قول کی صداقت کی واضح مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے ،جن کے بارے میں دوفریق دوانتہاپسندانہ موقف کے قائل ہوگئے،اوریہ بات بعینہ حضرت امام ابوحنیفہؒ پر صادق آتی ہے ،ان کے بارے میں ایک فریق نے محبت میں اس درجہ غلو کیاکہ ان کا مرتبہ نبیوں اوررسولوں تک پہنچادیا اور یہ کہاکہ تورات میں ان کی بشارت آئی ہے اورحضورپاک ﷺ نے نام کے ساتھ ان کا ذکر کیاہے اوربتایاکہ آپ اس امت کے چراغ ہیں اورآپ کے ایسے صفات اورمناقب بیان کئے جس کے ذریعہ آپ کا مرتبہ کوحد سے زیادہ بڑھادیا، دوسرا فریق وہ ہے جنھوں نے آپ سے تعصب کوروارکھااورآپ کے بارے میں ہرطرح کی گفتنی اورناگفتنی باتیں کہیں، مثلاًیہ کہ آپ زندیق تھے، راہ راست سے منحرف تھے، دین میں بگاڑکیلئے کوشاں تھے، سنت کے تارک تھے بلکہ سنت کے مخالف تھے، دینی وشرعی امورمیں فتویٰ بغیرکسی دلیل وحجت کے دیاکرتے تھے، انہوں نے تنقید میں حدسے تجاوز کرلیا، ابوحنیفہ کی آراء وافکار کا غیر جانبداری اورگہرائی سے جائزہ نہیں لیا بلکہ بغیرکسی دلیل کے آپ کے آراء وافکار کوکھوٹا قرار دیا اوران سب کے ساتھ آپ کی ذات وشخصیت سے دشمنی میں حد سے گزر گئے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک آپ کا دین وایمان اور شخصیت ہرچیز قابل تنقید ہے۔

کرے، لیکن اس میں بھی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا خاص امتیاز ہے، امام صاحب دلیل کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے، اوران کا قول تھا کہ اگر کسی کے پاس ہماری بات سے اچھی بات ہے تو ہم اس کی بات قبول کرلیں گے:

> هذا الذی نحن فيه رائ لا نجبر عليه احدا، ولا نقول يجب علی احد قبوله، فمن کان عنده احسن منه فليات به، الحسن بن زياد اللولوی قال قال ابو حنيفة علمنا هذا رای وهو احسن ما قدرنا عليه، ومن جاءنا باحسن منه قبلناه منه (مناقب الامام ابی حنيفة وصاحبيه،ص ٣٤)
>
> ہم اپنی رائے کے سلسلہ میں کسی پر زبردستی نہیں کرتی اور نہ کسی سے اصرار کرتے ہیں کہ وہ اس کو تسلیم ہی کرے، اگر کسی کے پاس اس سے چھی رائے ہو تو وہ لے کر آئے، ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا: ہمارا یہ علم رائے (فقہ وقیاس) ہے اوراس پر ہم اپنی بہترین کوشش کے بعد قادر ہوئے ہیں، اگر کوئی اس سے اچھی رائے (فقہ واجتہاد) پیش کرتا ہے تو ہم اس کی رائے قبول کرلیں گے۔

ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض مرتبہ آپ نے اپنی رائے پیش کی لیکن آپ عمر اور علم وفضل میں کم کسی دوسرے فرد نے اس رائے کی مخالفت کی تو حق کی وضاحت کے بعد آپ اپنی رائے سے فوراً دستبردار ہو گئے، آپ کی رائے تھی کہ اگر غلام دشمن سے لڑائی میں شریک نہیں ہے تو اس کی امان باطل ہے، لیکن جب زہیر بن معاویہ نے حضرت عمرؓ کے واقعہ سے استدلال کیا تو آپ اپنی رائے ترک کرکے اس کے قائل ہو گئے۔[5]

حفص بن غیاث کی روایت ہے کہ مسائل میں غوروفکر کرنے کے بعد ایک ہی دن میں تین چار پانچ بار اپنی رائے کو بدل دیتے تھے[6] اوراس سلسلے میں اس بات کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے کہ ان کی رائے کی اس تبدیلی کو سطحی نظروالے کیا سمجھیں گے، ابو عوانہ کی روایت ہے کہ وہ امام صاحب کے مسائل وآراء سے وہ اچھی طرح واقف ہو گئے تھے لیکن ایک طویل عرصہ کے بعد جب دوبارہ امام صاحب کے پاس واپس آئے تو اس دوران امام صاحب کے خیالات وآراء بدل چکے تھے، لہذا یہ

5: (الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء: ١٤٠)

6: (تاریخ بغداد، پہلی طباعت: 1422ھ - 2002م، ١٥/ ٥٤٤)

7: (المصدر السابق) ان کی یہ برگشتگی اگرچہ ذہنی افق کی تنگی کی وجہ سے تھی ورنہ یہ وہ بھی خیال کرسکتے تھے کہ اپنی رائے سے برسرعام رجوع بہت بڑا مجاہدہ اور نفس کشی ہے اوراس کا ظرف اچھے اچھوں میں نہیں ہوتا، ہاں وہ جس کا جینا مرنا خدا کیلئے ہو، اور یہی حال کچھ امام شافعی کے قول قدیم اور قول جدید کا ہے۔